رسول اللہ ﷺ کی قبر انور سے صحابہ کرامؓ کے تبرّک وتعامل کا تحقیقی مطالعہ

محبوب الرحمن*
ڈاکٹر محمد سجاد**

Abstract

The Shrine of The Holy Prophet Hadharat Muhammad SAAWAS is one of the holiest and blessed places in the world for Muslims. This is the place where the last Prophet of Allah was laid down for rest till the Day of Judgment. Millions of Muslims from all over the world come to Medina Munawara every year to visit this holy place and to offer Darood o Salam to their beloved Prophet and to pray to Allah before this sacred place. It has been a usual practice for the Sahaba to be blessed and to get Tabarruk from The Holy Prophet and His belongings. Sahaba continued this practice even after the departure of The Prophet (peace and blessings of Allah be upon Him) from this world. This article deals with the practice of Sahaba regarding Tabarruk from the shrine of Holy Prophet Muhammad SAAWAS.

Keywords: Tabarrukaat e Nabavi, Seerat un Nabbi, Seerat e Sahaba, Roodha e Rasool, Green Tomb.

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا مظہرِ اتم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام کائنات کے لیے رحمت بنایا۔ آپؐ کی ذاتِ والا صفات تمام مخلوقات کے لیے برکاتِ الٰہیہ کا منبع ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اور آپ کے آثار و متعلقات سے تبرّک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مستقل معمول رہا ہے اور اس کے مظاہر کتبِ سیرت ومغازی، تاریخ اسلام اور احادیث مبارکہ میں جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں۔ حصولِ برکت کا یہ اعتقاد حضور اکرم ﷺ کی دنیا سے رحلت تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ کی ذات اور آپ کے آثار مبارکہ سے تبرّک صحابہ کرام کا معمول رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ جہاں حضور اکرم ﷺ سے نسبت رکھنے والی دیگر اشیاء و آثار سے تبرّک حاصل کرتے تھے وہیں بعد از وصال آپ ﷺ کے روضہ انور سے بھی تبرّک کا تعامل مستند کتب سیرت و حدیث میں مذکور ہے۔ روضہ انور وہ مقدس مقام ہے جہاں رسول اللہ ﷺ تا قیامت استراحت فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امت کو اس نعمت سے نوازا رکھا ہے کہ وہ قیامت

---

* ریسرچ فیلو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
** چیئرمین شعبہ مطالعہ بین المذاہب، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

تک وہاں حاضر ہو کر اللہ کے رسول ﷺ پر براہِ راست ہدیہ درود و سلام پیش کرتی اور ابدی سعادتیں سمیٹتی رہے۔ صحابہ کرامؓ کے روضہ انور پر حاضری اور تبرک کی اصل وجہ اس مقامِ رفیع کے اندر وہ ہستی استراحت فرما ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ہاں کائنات میں سب سے محبوب ترین اور افضل و اعلیٰ ترین مرتبہ حاصل ہے اور وہ ہستی برکاتِ الٰہی کا مرکز و منبع اور قاسم ہے۔ جب حضور نبی مکرم ﷺ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کاشانہ اقدس پر حاضر ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کے جسدِ اطہر کو بوسہ دیا۔[1] امام ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں اس واقعہ کو حضرت حمید بن عبد الرحمٰنؒ سے یوں بیان کیا ہے:

> رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اس وقت مضافاتِ مدینہ میں تھے۔ وہ واپس آئے تو آپ ﷺ کے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا اور اس پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ اِس زندگی میں بھی نہایت پاکیزہ تھے اور آپ وصال کے بعد بھی نہایت پاکیزہ ہیں[2]۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے رخِ انور کے بوسہ کی صورت میں بعد از وصالِ نبوی حصول برکت کی یہ پہلی سعادت صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسی عظیم ہستی کے حصّے میں آئی۔

حضور نبی مکرم ﷺ کے ارشاد گرامی اور سنّتِ انبیاء کرامؑ کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی قبر انور بھی اسی جگہ بنائی گئی جہاں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ ظاہری کے آخری ایام میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں قیام فرمایا۔ آپ اپنی علالت کے دوران یہیں اقامت گزیں رہے۔ یہیں آپ کی روحِ مبارکہ جسدِ انور سے جدا ہوئی اور اسی جگہ آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی اور روضہ رسول کی تعمیر ہوئی۔

---

1 صفی الرحمٰن مبارک پوری (٦ جون ١٩٤٣ء۔ یکم دسمبر ٢٠٠٦ء)، **الرحیق المختوم** (اردو)، اکتوبر 1995ء لاہور، مکتبہ سلفیہ، ص631۔

2 ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشي البصري (م774ھ)، **البداية والنهاية**، بیروت، دار الفکر، 1407ھ، 1986ء، ج5، ص247۔

روضہ رسول ﷺ جو کہ دنیا میں بھی آپ کا گھر تھا اور بعد از رحلت بھی آپ کا مسکن ہے کا ادب واحترام صحابہ کرامؓ میں ہمیشہ مقبول رہا اور وہاں حاضر ہو کر ہدیہ درودوسلام پیش کرنا ان کا پسندیدہ عمل تھا۔ دورِ خلفاء راشدین میں اور اس کے بعد صحابہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت کے لیے آپ ﷺ کے روضہ انور پر ہمیشہ باچشم نم حاضری دیتے رہے اور اپنی مشکلات میں درِ رسول ﷺ سے اکتسابِ فیض کرتے اور اس بارگاہ کی برکات اپنے دامانِ مراد میں سمیٹتے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا: لَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِقَبْرِي وَمَسْجِدِي [1] چنانچہ حضرت معاذؓ یمن میں ہی تھے کہ اس دوران رسول اللہ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ جب حضرت معاذؓ واپس آئے تو روتے ہوئے روضہ انور پر حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں روتے ہوئے دیکھ لیا تو ان کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی جسے حضرت زید بن اسلمؓ نے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں آئے تو انہوں نے حضرت معاذؓ کو روضہ انور کے پاس روتے ہوئے پایا۔ انہوں نے پوچھا کہ اے معاذ کس چیز نے تجھے رلا دیا۔ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ ایک حدیث نے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی: الْيَسِيرُ مِنَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ[2]۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کے اس عمل کی اتباع امت میں ہر دور میں معمول رہی ہے اور کسی دور میں بھی اس میں انقطاع دیکھنے کو نہیں ملتا۔ آج بھی امت مسلمہ کا یہی معمول ہے۔

صحابہ کرام میں روضہ رسول ﷺ کے احترام کا تعامل بہت زیادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام کو مدینہ منورہ سے باہر کسی سفر پر جانا ہوتا تو وہ روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیتے اور بارگاہ خیر الانام ﷺ میں ہدیہ درودوسلام پیش کرنے کے بعد رخصت ہوتے۔ صحابہ کرام عام حالات میں بھی حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضری کو اپنے لیے متاع دین وایمان خیال کرتے تھے۔ تاہم جب کبھی

1۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمانؒ (735-807ھ/1335-1405ء)، **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**، بیروت، دار الکتاب العربی، 1407ھ/1987ء، ج10، ص55۔

2 حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (321-405ھ/933-1014ء)، **المستدرک علی الصحیحین**، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1411ھ/1990ء، ج۱، ص4۔

کوئی بڑا معرکہ درپیش ہوتا یا کوئی مشکل وقت آجاتا تو صحابہ کرام سرور کونین ﷺ کے روضہ انور پر حاضری کا خصوصی اہتمام کرتے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں اسلامی ریاست کی سرحدیں وسعت پذیر تھیں اور مجاہدینِ اسلام دنیا کے مختلف محاذوں پر نبرد آزما تھے۔ شام کے محاذ پر اسلامی لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی کمان میں دشمن سے جہاد میں مشغول تھا۔ اسلامی لشکر کو مزید کمک کی ضرورت پیش آئی تو امیر لشکر نے خلیفہ الرسول حضرت عمرؓ کو خط لکھ بھیجا۔ ان کے خط پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شام کی طرف کوچ کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر آپ نے سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر چار رکعات نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری دی اور بارگاہِ نبوت میں سلام عرض کیا۔[1]

کسی بھی مشکل کے وقت روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا صحابہ کرام کا معمول تھا اور انہیں اس مقام کی برکات سے دعاؤں کی قبولیت کا اتنا ہی تیقن تھا جتنا رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ سے کروائی گئی دعاؤں کی قبولیت کا۔ امام دارمیؒ نے حضرت اوس بن عبداللہؓ سے روایت نقل کی ہے:

> اہل مدینہ کو شدید ترین قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے شکایت کی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی چھت پر ایک روشن دان اس طرح بناؤ کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو مدینہ منورہ میں بہت موسلا دھار بارش ہوئی اور یہاں تک کہ خوب سبزہ اگ آیا اور اونٹ پل کر موٹے ہو گئے۔ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ لہٰذا اُس سال کا نام ہی عامُ الفتق (سبزہ و کشادگی کا سال) رکھ دیا گیا[2]۔

قبر انور سے صحابہ کرامؓ کے اس تعامل کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں شدید ترین قحط میں بے بہا برکتوں اور رحمتوں کا خزانہ میسر آگیا۔ شدید قحط کی آزمائش ختم ہو گئی اور اس بارش سے کھیتیاں تر و تازہ

---

1 الواقدي، أبو عبد الله محمد بن عمر بن واقد السهمي الواقدي (130-207ھ/747-823)، **فتوح الشام**، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ط1417،ا ھ/1997ء، ج ا، ص306-307۔

2 الدارمی، امام عبد الرحمن سمرقندی (181-255ھ/797-869ء)، **سنن دارمی**، حدیث نمبر 93، ریاض، سعودی عرب، دار المغنیج ا، ص43۔

اور ہری بھری ہو گئیں۔ اس سے جہاں اہل مدینہ کو اناج میسر آیا وہاں ان کے مویشیوں کو وافر مقدار میں چارہ نصیب ہوا۔ سید محمد بن علوی المالکیؒ کی رائے میں یہ توسل و تبرّک محض قبر کی وجہ سے کارگر نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس قبر مبارک میں اللہ تعالیٰ کے حبیب اور تمام مخلوقات میں سے اشرف ترین ہستی کا جسد اطہر موجود ہے اور اسی شرف عظیم کی وجہ سے قبر انور کو برکت کا یہ مقام حاصل ہوا۔[1]

ایسا محض کوئی ایک واقعہ نہیں ہے کہ قحط میں صحابہ کرامؓ نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر تبرّک حاصل کیا ہو بلکہ زندگی کے تلخ حالات میں صحابہ کرامؓ کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے مسائل و آلام کا ذکر کرتے اور ان سے نجات کے لیے آپ ﷺ سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی درخواست کرتے۔ صحابہ کرام جس طرح حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے سامنے اپنی عرض داشتیں پیش کرتے تھے اسی طرح اس دنیا سے آپ ﷺ کی پردہ پوشی کے بعد بھی آپ ہی کے پاس حاضر ہو کر آپ کے توسط سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی رحمت کا سوال کرتے تھے۔ حضرت مالک الدارؓ بیان کرتے ہیں:

> أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا ، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ : " ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْقِيُّونَ وَقُلْ لَهُ : عَلَيْكَ الْكَيْسُ ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ "، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ : يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ۔[2]
>
> حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ پھر ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمایئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ اس صحابی کے خواب میں تشریف

---

1 سید محمد بن علوی المالکی، **مفاہیم یجب ان تصحح**، ابو ظہبی، متحدہ عرب امارات، وزارت مذہبی امور و اوقاف، دار الفجر، 1410ھ/1990ء، ط۴، ص144۔

2 ابن أبي شيبہؒ، أبو بكر بن أبي شيبہ، عبد اللہ بن محمد بن ابراھیم (159۔235ھ/776۔850ء)، **الکتاب المصنف في الاحادیث والآثار (مصنف ابن أبي شیبہ)**، بیروت، دار الفکر، 1414ھ/1994ء، حدیث نمبر 32002، ج6، ص356۔

لائے اور فرمایا کہ عمر کے پاس جا کر اسے میرا اسلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیر اب کیے جاؤ گے اور عمر سے کہہ دو کہ عقل مندی اختیار کرو، عقل مندی اختیار کرو۔ پھر وہ صحابی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان کو حضور اکرم ﷺ کی طرف سے یہ بشارت دی تو حضرت عمرؓ رونے لگ گئے اور بار گاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے کہ اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں۔

صحابہ کرام کی طرح رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور دیگر اہل بیت اطہار کا بھی یہ تعامل تھا کہ وہ روضہ انور پر حاضری کو باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ عظیم ہستی ہیں جنہیں حضور اکرم ﷺ کے شب روز کی رفاقت کی سعادت میسر آئی اور دمِ واپسیں حضور اکرم ﷺ کا سر انور حضرت عائشہؓ کی گود مبارک میں تھا اور یہی وہ عظیم ہستی ہیں جن کے حجرے کو امام الانبیاء ﷺ کی آخری آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت عائشہؓ کی خواہش تھی کہ آپ کی تدفین بھی حضور اکرم ﷺ کے جوار میں ہو مگر آپ نے حضرت عمرؓ کی جوار رسول ﷺ میں تدفین کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اپنی اس بہت بڑی خواہش کو قربان کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہ معمول تھا کہ وہ حضور ﷺ کے اِس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد اکثر روضہ مبارک پر حاضر ہوا کرتی تھیں[1]۔

حضرت بلالؓ کا شمار ان سعید بخت صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جنہوں نے دولتِ ایمان سے شرف یاب ہونے کے بعد بے پناہ صعوبتیں برداشت کیں۔ انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے ظلم و ستم کا ہر حربہ آزمایا گیا مگر وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان کی جس حلاوت سے آشنا ہو چکے تھے اسے کسی بھی قیمت پر چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیے کہ انہیں کفار کے

---

1 امام احمد بن حنبلؒ، ابو عبد اللہ بن محمد (164۔241ھ / 780۔855ء)، **مسند احمد بن حنبل**، مسند صدیقہ عائشہ بنت الصدیق، بیروت، المکتب الاسلامی، 1398ھ / 1978ء، ج6، ص202۔ / ابن سعد، أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمي (م230ھ)، **طبقات ابن سعد (الطبقات الکبیر / الطبقات الکبریٰ)**، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، ذکر موضع رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر2362، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1410ھ / 1990ء۔

جور و ستم سے چھٹکارا ملا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی ابدی غلامی میں آگئے جہاں ان کے شب و روز سرورِ کائنات ﷺ کے دیدار اور آپ کی اتباع میں گزرتے تھے اور ان کی خوش اطوار نگاہیں اس چشمہ صافی سے ہمہ وقت فیض یاب ہونے کے باوجود بھی سیر اب نہ ہوتی تھیں۔ ان کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ ہر وقت آقائے دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر رہیں اور آپ کی وجودِ بابرکت سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اس جہان فانی سے پردہ پوشی فرمالی تو یہ صدمہ سبھی صحابہ کرامؓ پر انتہائی شاق گزرا لیکن آپ ﷺ کے دیرینہ خادم حضرت بلال حبشیؓ کے لیے یہ جدائی برداشت کرنا انتہائی دشوار تر ہو گیا۔ وہ حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد اس خیال سے مدینہ منورہ کو الوداع کہہ کر ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے کہ نبی کریم ﷺ تو پردہ فرما گئے، اب اس شہر میں کیسے جی لگے گا۔ حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المقدس فتح کیا تو حضور اکرم ﷺ حضرت بلالؓ کے خواب میں جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: ما هذه الجفوة يا بلال؟ أما آن لك أن تزورني يا بلال؟ (اے بلال! یہ فرقت کیوں ہے؟ اے بلال! کیا تم میری زیارت نہیں کرنا چاہتے؟) اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل بے کراں جاری ہو گیا اور انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف رختِ سفر باندھا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو روضہ رسول اکرم ﷺ پر حاضری دی۔ اس موقع پر آپ ﷺ کی فرقت میں بہت بے قرار ہوئے اور روتے ہوئے اپنے چہرہ کو سرور کونین ﷺ کے روضہ مٹی پر ملنے لگے[1]۔ حضرت بلالؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو اس مٹی کی عظمت کا ادراک تھا جس کی تہ میں سرورِ کون و مکان ﷺ استراحت فرما تھے۔ اسی لیے وہ اپنے چہرے کو اس مٹی پر رگڑ رہے تھے۔

حضرت بلالؓ کی طرح دیگر صحابہ کرام بھی تربتِ نبویؐ کی عظمتوں اور برکتوں سے آشنا تھے اور اس در کی خیرات سے اپنے دامنِ مراد کو بھرنے کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ حضرت بلالؓ کی طرح حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا شمار بھی جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ یہ وہ ہستی تھے جنہیں ہجرت

---

1 الحلبي، علي بن إبراهيم بن أحمد، أبو الفرج، نور الدين ابن برهان الدين (المتوفى: 1044ھ)۔ **السيرة الحلبية = إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون**۔ بيروت: دار الكتب العلمية۔ ج2ص139۔

کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی کا شرف تقریباً سترہ مہینے تک نصیب رہا۔ وہ شناسائے مزاجِ مصطفی ﷺ تھے اور وہ اچھی سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے قبر انور سے تبرّک کیا معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ ایک دن خلیفہ مروان بن الحکم جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے۔ چنانچہ یہ دیکھ کر مروان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے جواب دیا: جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ [1] (ہاں (میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں) میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا)۔

روضہ انور سے تبرّک جہاں جید صحابہ کرام کے معمولات میں شامل تھا وہیں اس دور کے نو مسلموں کو بھی یہ ترغیب دی جاتی تھی کہ وہ قبولِ اسلام کے بعد بارگاہِ خیر الانام ﷺ میں حاضر ہو کر ہدیہ درود وسلام پیش کریں اور تبرّک حاصل کریں۔ کتبِ احادیث و سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو صحابہ کرام اسے سرورِ کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا کہتے چنانچہ وہ نو مسلم بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہو کر ہدیہ درود وسلام پیش کرتا۔ اس طرح کا ایک مظہر ہمیں حضرت کعب الاحبار کے قبول اسلام کے وقت بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ آپ کا شمار معروف تابعین میں ہوتا ہے۔ قبول اسلام سے پہلے آپ یہودیت کے نامور و ممتاز علماء و احبار میں سے ایک تھے۔ جب آپ نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں یہودیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کیا آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں گے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ جی امیر المؤمنین! پھر جب کعب الاحبارؒ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں

---

1 حاکم، **المستدرک علی الصحیحین**، حدیث نمبر 8571، ج4، ص560۔

حاضری دی اور سلام عرض کیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر انور کے سامنے آئے اور وہاں ایستادہ ہو کر اُن کی خدمت میں بھی سلام عرض کیا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز ادا فرمائی۔[1]

یہ حضور ﷺ کی ذات سے عشق اور آپ سے قربت کی لازوال آرزو ہی تھی کہ جس کی بنا پر حضرات شیخین سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے قرب میں اپنی تدفین کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش سمجھتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرح آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے قدمین شریفین میں اپنی تدفین کے بہت مشتاق تھے اور آپ ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کی برکات سے سفر آخرت میں دائمی طور پر فیض یاب ہونے کے خواہش مند تھے۔ جب حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ اس سے جانبر نہ ہو سکے اور آپ کی اس جہانِ فانی کو الوداع کہہ کر جام شہادت کو نوش فرمانے کا وقت قریب آگیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہؓ کو ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں اپنی تدفین کی اجازت لینے کے لئے بھیجا۔ اگرچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود بھی اس امر کی متمنی تھیں کہ ان کے وصال کے بعد انہیں بھی حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے مگر جب حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے والد گرامی کی طرف سے اجازت کی درخواست کی تو وہ فرمانے لگیں کہ وہ اس جگہ کو اپنی تدفین کے لئے پسند کرتی ہیں مگر اب میں حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اپنے والد کو خوشخبری سنائی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میری وفات کے بعد مجھے اٹھا کر وہاں لے جانا اور (دوبارہ) اجازت طلب کرنا۔ اجازت ملی تو دفن کرنا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ صحیح البخاری کے الفاظ ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الأَوْدِيِّ ، قَالَ : رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ ، اذْهَبْ إِلَى أُمِّ المُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، فَقُلْ : يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلاَمَ ، ثُمَّ سَلْهَا ، أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ ، قَالَتْ :

---

1 الواقدي، فتوح الشام، ج ا، ص318۔

كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَأُوثِرَنَّهُ اليَوْمَ عَلَى نَفْسِي ، فَلَمَّا أَقْبَلَ ، قَالَ : لَهُ مَا لَدَيْكَ ؟ قَالَ : أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ ، قَالَ : مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ المَضْجَعِ ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ، ثُمَّ سَلِّمُوا ، ثُمَّ قُلْ : يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي ، فَادْفِنُونِي ، وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ المُسْلِمِينَ۔[1]

حضرت عمرو بن میمونؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں جاؤ اوران سے کہو کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام پیش کرتا ہے۔پھر ان سے میرے دوساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ) کے ساتھ میری تدفین کی اجازت طلب کرو۔(جب عبداللہ بن عمرؓ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ عرض کیاتو) انہوں نے کہا کہ میں یہاں خود دفن ہوناچاہتی تھی لیکن آج میں انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔جب عبد اللہ بن عمرؓ واپس آئے تو عرض کرنے لگے کہ آپ نے جو چاہا، وہ آپ کو مل گیاہے۔آپ کو اجازت دے دی گئی ہے۔یہ سن کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ میرے نزدیک اس آرام گاہ سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں ہے۔جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے اٹھا کر (اس جگہ پر) لے جانا، سلام عرض کرنااور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب اجازت چاہتاہے۔اگر وہ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اجازت دے دیں تو دفن کر دیناورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

قربِ رسالت مآب ﷺ میں حضرات شیخینؓ کی تدفین رسول اللہ ﷺ سے تبرّک کا دائمی مظہر ہے۔ دائمی تبرّک کا یہ پہلو ہی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پیشِ نظر تھا جس کی بنا پر وہ خود بھی پہلوئے مصطفیٰ ﷺ میں دفن ہونے کی خواہش مند تھیں۔ حضرات شیخین اور حضرت عائشہؓ کے اس طرزِ عمل اور سطورِ بالا میں بیان کردہ دیگر روایات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ انور سے تبرّک کسی ایک یاچند صحابہ کرامؓ کا معمول نہیں تھابلکہ سبھی اصحابِ نبیؐ اس تعامل میں پیش پیش تھے اور اس یقین کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی صحابی سے متعلق اس معروف تعامل کے بالعکس کچھ بھی روایت نہیں ہے بلکہ صحابہ کرامؓ بالعموم اپنی مشکلات میں روضہ انور پر حاضر ہوتے، حضور ﷺ پر ہدیہ درود وسلام پیش کرتے،

---

1 امام بخاریؒ، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری (194-256ھ / 810-870ء)، **صحیح البخاری**، کتاب الجنائز، باب ماجاء في قبر النبي صلي الله عليه وآله وسلم وأبي بكر وعمر رضي الله عنهما، حدیث نمبر 1339، بیروت، دار ابن کثیر، 1407ھ / 1987ء۔

آپ ﷺ کے فراق میں آنسو بہاتے اور آپؐ کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔ حضرت محمد بن منکدرؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ کے روضہ انور کے پاس گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے:
هَهُنا تُسْكَبُ الْعَبَرَاتُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ۔[1](یہی وہ جگہ ہے جہاں سرور کونین ﷺ کے فراق میں آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)۔

صحابہ کرام کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا بھی یہی معمول رہا ہے کہ وہ روضہ رسول ﷺ کی حرمت وناموس کا حد درجہ لحاظ رکھتے تھے۔ علماء کرام نے اس بات سے منع کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کرنے کے بعد کوئی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی بلکہ اسے یوں کہنا چاہیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ سید محمد بن علوی مالکی نے اپنی تالیف مفاھیم یجب ان تصحح میں لکھا ہے:

قال العلماء : إنه لا ينبغي أن يقول : زرت القبر وإنما زرت النبي – صلى الله عليه وسلم – ، وهذا ما قرره العلماء في تفسير قول الإمام مالك رحمه الله : أكره للرجل أن يقول : زرنا قبر النبي – صلى الله عليه وسلم [2]

علماء نے کہا ہے کہ کسی آدمی کے لیے روا نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے کہ بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔

علماء نے زائر روضہ رسول ﷺ پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ وہاں رک کر اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل اور خیر مانگے۔ اس کے لیے اس وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی روضہ رسول ﷺ کے سامنے کھڑا ہونا بدعت، گمراہی یا شرک ہے بلکہ علماء نے حضرت امام مالک کے حسب ذیل واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے جب خلیفہ

1 بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ(384-458ھ/994-1066ء)، **شعب الایمان**، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1410ھ/1990ء، حدیث نمبر، ج3، ص491۔

2 سید محمد بن علوی المالکی، **مفاھیم یجب ان تصحح**، ص280-281۔

جعفر بن منصور کو مسجد نبوی میں دیکھا تو آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند نہ کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو ادب سکھانا چاہا تو فرمایا: {يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ} [1] اور بعض لوگوں کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: {إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ} [2] اور کچھ لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: {إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ} [3] بے شک رسول اللہ ﷺ کی عزت وناموس کا احترام بجالانا آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں فرض تھا۔ یہ سن کر ابو جعفر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور حضرت امام مالکؒ سے عرض کرنے لگا کہ اے ابو عبد اللہ! کیا میں یہاں دعا مانگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنا چہرہ کروں یا کہ قبلہ کی طرف؟ آپ نے فرمایا کہ اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مت پھیریں کیونکہ وہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں تمہارا بھی وسیلہ ہیں اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں۔ لہٰذا اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ کی طرف رکھیے، آپ ﷺ کی ذات کو اللہ کی بارگاہ میں سفارشی بنائیں پس اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا} [4] (اور اگر جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں تو پس اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے بخشش کا سوال کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا پائیں گے)[5]۔

---

1 الحجرات:2۔

2 الحجرات:3۔

3 الحجرات:4۔

4 النساء:64

5 القاضي عياض بن موسى اليحصبي، أبو الفضل (المتوفى: 544ھ)۔ **الشفا بتعريف حقوق المصطفى**۔ دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع، 1409ھ۔ ج2ص41۔

روضہ رسول ﷺ سے تبرک کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہاں حاضر ہو کر انتہائی عاجزی وآداب سے سلام عرض کیا جائے اور درودوسلام کا بکثرت ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کیا جائے۔ نیز اس دوران اپنی ساری توجہ روضہ انور میں استراحت فرما ہستی کی بارگاہ میں مرکوز رکھی جائے اور قبلہ رو ہونے سے احتراز برتا جائے۔ روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے آداب کے حوالے سے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

كما قال في رواية ابن وهب عنه: " إذا سلم على النبي صلى الله عليه وسلم يقف ووجهه إلى القبر لا إلى القبلة، ويدنو ويسلم ويدعو، ولا يمس القبر بيده(1)

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جب زائر حضور نبی مکرم ﷺ پر ہدیہ درودوسلام بھیجے تو اپنا چہرہ روضہ انور کی طرف رکھے، قبلہ کی طرف منہ نہ موڑے۔ پھر قریب ہو جائے اور ہدیہ صلوٰۃ وسلام عرض کرے اور دعا کرے لیکن قبر انور کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ چھوئے نہیں۔

عصر حاضر کے معروف محقق وسیرت نگار ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی کی رائے میں روضہ رسول ﷺ کی حفاظت اور زیارت اور اس کے تقدس کا سلسلہ صحابہ کرام کے دور سے چلا آتا ہے۔ خلفائے راشدین بالخصوص خلفائے اموی، معاویہ، عبد الملک، ولید، عمر بن عبد العزیز رحمہم اللہ نے روضہ انور کی تعمیر وترقی اور حفاظت میں خصوصی دلچسپی لی تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی عام احادیث کریمہ بھی ملتی ہیں جن میں قبر انور کی زیارت کرنے کا حکم موجود ہے کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہے اور خاص احادیث بھی کتب سیرت وحدیث میں موجود ہیں، جو رسول اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کو باعث شفا بتاتی ہیں۔ حقوقِ مصطفی ﷺ میں سے قبر نبوی کی زیارت کرنے اور آپ ﷺ کو سلام کرنے اور درود بھیجنے کی اسلامی روایات اہم ترین ہیں۔(2)

---

1 امام ابن تیمیہؒ، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية، حنبلی دمشقي (م728ھ)، **اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم**، بیروت، لبنان، دار عالم الکتب، 1419ھ /1999ء، ط۷، ج۲، ص288۔

2 ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی، **آثار نبوی ﷺ سے تبرک صحابہ**، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، 2016ء ص۵۵۔

نتائج بحث

صحابہ کرام نے نہ صرف اپنی زندگیوں میں روضہ رسول ﷺ پر حاضری اور ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کو اپنا معمول بنائے رکھا بلکہ ان کی یہ خواہش بھی رہی کہ مرنے کے بعد انہیں کی تدفین بھی روضہ رسول ﷺ کے قرب میں آپ کے قدموں میں ہو۔ روضہ انور پر حاضر ہو کر درود و سلام پیش کرنے کے صحابہ کرام کے تعامل کی پیروی امت چودہ سو سالوں سے کرتی چلی آرہی ہے اور یہ تعامل ان شاء اللہ قیام قیامت تک جاری رہے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی لمحہ بھی رسول اللہ ﷺ سے فرقت کو گوارہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی جب کوئی صحابی بامر مجبوری یا ریاستی امور کی انجام دہی کے لیے مدینہ منورہ سے باہر گیا تو جب واپسی ہوئی تو پہلی فرصت میں سرور کونین ﷺ کے روضہ انور پر حاضر دی۔ یہ عشق صحابہ کرامؓ سے بعد کی نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔

زیارت قبر نبوی کے لیے سفر صحابہ کرام کا مستقل تعامل تھا جس کے لیے وہ بلاد شام، عراق اور دنیا کے دیگر حصّوں میں سرکاری مصروفیات میں مشغولیت سے وقت نکال کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کے یہ اسفار بطور خاص حاضری وزیارت روضہ انور ﷺ کے لیے ہوا کرتے تھے جیسا کہ سطورِ بالا میں حضرت بلالؓ کے عمل کا تذکرہ ہوا ہے۔

اگرچہ تعامل صحابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ [(1)] اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپؐ کے روضہ مبارک سے تبرک حاصل کرتے تھے تاہم علمائے اسلام نے اس مقدس مقام کی عظمت اور آداب کے پیش نظر زائرین کو روضہ مبارک کی جالی کو بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے تک سے منع کیا ہے اور روضہ انور سے تبرک کی یہ صورت بیان کی ہے کہ وہاں رک کر ہدیہ درود و سلام عرض کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل و کرم مانگا جائے۔

---

1 **سنن دارمی**، حدیث نمبر 92، ج ا، ص 43

فتوح الشام، ج ا، ص 306-307